ماہنامہ

العارف

بیادگار

عاشقِ مصلح الامت حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ

بہ فیض

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد ذاکر رحیمی صاحب قدس اللہ سرہ

مدیر

مولانا قاری محمد عارف رحیمی صاحب

جلد ۶ شمارہ ۹ اکتوبر ۲۰۲۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خانقاہ رحیمیہ و جامعہ رحیمیہ خیر المدارس کا دینی، علمی، اصلاحی، ترجمان

ماہنامہ

المعارف

جلد ٦

شمارہ ٩

اکتوبر ۲۰۲۲ء

ربیع الاول ۱۴۴۴ھ

بیادگار

عاشقِ مُصلح الامت حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ

بہ فیض

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا شاہ محمد ذاکر رحیمی صاحب قدس سرہ

مُدیر

مولانا قاری محمد عارف رحیمی صاحب

مُرتِّب

محمد حماد عاطف رحیمی

مجلسِ معاونت

اساتذہ جامعہ

کمپوزنگ و ڈیزائننگ

مولانا سہیل احمد

سالانہ زر تعاون

۱۵۰ روپئے

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

AL-MAARIF

JAMIA RAHEEMIA KHAIRUL MADARIS

Beside: Masjid -e- Ashraf, Deeramathi 2nd Street, PERNAMBUT - 635810.
Vellore Dist, Tamil Nadu (India). P.O. Box No: 32

Cell: +91 9894306751, +91 9952557549, +91 9894641484.

Email: raheemitrust@gmail.com

A/c no. 1095201001113 - IFSC CODE CNRB 0001095

CANARA BANK PERNAMBUT BRANCH

طابع و ناشر محمد حماد عاطف رحیمی نے جے یم پراسس چنئی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ المعارف جامعہ رحیمیہ خیر المدارس پرنامبٹ سے شائع کیا

آئینۂ مضامین

نگاہِ اوّلیں	اللہ کیلئے محبت کرنے کے ثمرات	مدیر	۳
نورِ حراء	کامیابی کی کنجیاں	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم	۵
شمعِ رسالت	دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے	حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرحمٰن ساجد مدظلہ	۸
بزمِ درویش	ملفوظاتِ رحیمی	عارف باللہ حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم نور اللہ مرقدہ	۱۲
دُرِّ نایاب	معارفِ رحیمی	شیخ الحدیث حضرت مولانا شاہ محمد ذاکر رحیمی صاحب نور اللہ مرقدہ	۱۳
فُغانِ کلیم	اثر انگیز نصائح	طبیب الامۃ مرجع العلماء حضرت شاہ حکیم محمد کلیم اللہ صاحب دامت برکاتہم	۱۵
مَضامِین	ملفوظات حضرت حکیم الامت تھانویؒ	انتخاب و توضیح: مولانا محمد یحییٰ نعمانی مدظلہ	۱۷
مَضامِین	صدق اخلاق کا اہم شعبہ	مولانا مفتی عبد اللہ خالد مظاہری	۱۹
مَضامِین	توہّم پرستی کی حقیقت اور اقسام	مولانا مفتی محمد راشد صاحب ڈسکوی	۲۱
اَمثال وعِبر	جذبہ خدمتِ خلق	حضرت مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۶
نُورِ نُبوّتؐ	پردہ پوشی کی سنت	مولانا مفتی اکرام الدین صاحب مدظلہ	۲۹
مَشعلِ راہ	وضو میں داڑھی دھونے کا حکم	مولانا مفتی محمد غلام الرحمٰن صاحب مدظلہ	۳۰
اَوراد ووَظائف	سورۃ الرحمٰن، سورۃ الملک کے فضائل	مولانا اسحاق صاحب ملتانی	۳۱
مِسکُ الحَرَمین	ذکر رسول ﷺ	ڈاکٹر ماجد دیوبندی صاحب	۳۲

دینی کتب ورسائل کا احترام ہر مسلمان پر فرض ہے

''المعارف'' کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل کریں۔ (ادارہ)

ماہنامہ المعارف

نگاہِ اوّلیں — مدیر

اللہ کیلئے محبت کرنے کے ثمرات

حامدًا و مصلّیًا!

ایک انسان کو دوسرے انسان سے محبت ہوتی ہے تو محبت کی الگ الگ وجوہات ہوتی ہیں کبھی محبت حُسن و جمال کی وجہ سے ہوتی ہے اس محبت کو عشق کا نام بھی دیا گیا ہے جب کسی کی صورت بھا جاتی ہے کسی کے جمال پر فریفتہ ہو جاتا ہے تو انسان اپنے ظاہر و باطن کو اُس حُسن و جمال کے ماتحت کر دیتا ہے۔ کبھی محبت فضل و کمال کی وجہ سے ہوتی ہے کوئی بہت بڑا عالم ہے، صاحبِ فضل ہے یا کوئی بہت بڑا ہنر مند ہے، صاحبِ کمال ہے تو انسان اس کے فضل و کمال کو پسند کرتا ہے اور اس سے قریب ہونے کی کوشش کرتا ہے اور انتھک محنت ہوتی ہے کہ اس کے دل میں بھی اپنی محبت پیدا ہو جائے اور تیسری شکل یہ ہے کہ کسی انسان سے محبت اس کے مال و دولت کی وجہ سے ہو جائے کہ فلاں میرا محسن ہے اپنے مال کے ذریعہ اس نے میری مدد کی ہے اب اس سے محبت کرنا میرا اخلاقی فریضہ بنتا ہے۔

لیکن محبت کی ان ساری اقسام کو مطلب پرستی کہا جائے گا گو کہ عرف میں اس کو بھی محبت کہا جاتا ہے اگر صاحبِ حُسن و جمال سے حُسن و جمال ختم ہو جائے تو پھر دیکھیں کہ محبت باقی رہتی ہے یا ختم ہو جاتی ہے؟ یہی تو مطلب پرستی ہے، تینوں اقسام کا یہی حال ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا روزِ محشر کی ہولناکیوں کی وجہ سے لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ کسی کے گھٹنوں تک پسینہ ہوگا کسی کی کمر تک اور کسی کی گردن تک اور کسی کا حال تو یہ ہوگا کہ وہ مکمل پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوگا۔

لیکن ایک اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس دن بھی کچھ بندے وہ ہوں گے جو اللہ کے عرش کے سایہ بڑے ہی سکون واطمینان کے ساتھ ہوں گے چنانچہ اس دن حق تعالیٰ شانہ اعلان فرمائیں گے ''این المتحابون بجلالی؟'' کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال کی خاطر آپس میں محبت کیا کرتے تھے؟ ''الیوم اظلھم فی ظلی یوم لاظل الا ظلی۔(مسلم)'' آج میں انہیں میرے سایہ کے نیچے رکھوں گا جب کہ آج میرے سائے کے علاوہ دوسرا کوئی سایہ نہیں۔ اتنا بڑا انعام کس لئے؟ صرف اور صرف اس لئے کہ ان لوگوں کی آپسی محبت روئے زمین پر صرف اور صرف کلمہ طیبہ کی خاطر تھی کوئی دنیوی مقصد اس میں شامل نہیں تھا خالص اسلامی وایمانی محبت تھی جو صرف دنیا میں ہی نہیں بلکہ آخرت میں بھی باقی رہے گی۔ جس کو قرآن کریم میں یوں بیان فرمایا ہے: ''اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ'' یعنی روزِ قیامت تمام دوستیاں دشمنیوں میں تبدیل ہوجائیں مگر اہل تقویٰ، اہل ایمان اس دن بھی ایک دوسرے کا سہارا بنے ہوئے ہوں گے کیونکہ دنیا میں اللہ کے لئے ان کی دوستیاں اور محبتیں تھیں تو روزِ قیامت بھی وہ باقی ہوں گی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ روزِ قیامت ایسے لوگوں کو اُٹھائیں گے جن کے چہرے منور ہوں گے اور وہ لعل وجواہر کے منبروں پر ہوں گے لوگ انہیں دیکھ کر رشک کرنے لگیں گے حالانکہ نہ وہ لوگ انبیاءؑ میں سے ہوں گے اور نہ شہداء میں تو صحابہ کرامؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان کی تعریف بیان کیجئے تاکہ ہم انہیں پہچان سکیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ھم المتحابون فی اللہ من قبائل شتی وبلاد شتی یجتمعون علی ذکر اللہ یذکرونہ'' اللہ سے محبت کرنے والے وہ لوگ جن کا تعلق مختلف شہروں اور قبیلوں سے ہے (لیکن جب بھی جمع ہوتے ہیں) تو صرف اللہ کو یاد کرتے ہوئے جمع ہوتے ہیں یعنی مقصدِ اجتماع صرف اور صرف ذکرِ الٰہی ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو خالصۃً لوجہ اللہ محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ماھنامہ العارف

نورِ حراء

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

کامیابی کی کنجیاں

تعارف: اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے وہ بنیادی صفات ذکر فرمائی ہیں جو مسلمان میں پائی جانی چاہئیں۔ مسندِ احمد کی ایک حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ اس سورت کی پہلی دس آیتوں میں جو باتیں ذکر کی گئی ہیں، اگر کوئی شخص وہ ساری باتیں اپنے اندر پیدا کرلے تو وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ اسی لئے اس سورت کا نام ''مؤمنون'' ہے، یعنی وہ سورت جو یہ بیان کرتی ہے کہ مسلمانوں کو کیسا ہونا چاہئے۔ نیز نسائی میں روایت ہے کہ ایک صاحب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق اور اوصاف کیسے تھے؟ اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سورۂ مؤمنون کی یہ دس آیتیں تلاوت فرمادیں کہ یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف تھے۔ سورت کا بنیادی مقصد انسان کو اُس کی اصلیت کی طرف متوجہ کر کے اس بات پر غور وفکر کی دعوت دینا ہے کہ اُس کے دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے؟ اور بالآخر مرنے کے بعد جو زندگی آنی ہے، اُس میں انسان کا انجام کیا ہوگا؟ اس کے علاوہ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بہت سے انبیائے کرام کے واقعات اس سورت میں دُہرائے گئے ہیں، تاکہ یہ بات واضح ہو کہ ان سب پیغمبروں کی دعوت تواتر کے ساتھ ایک ہی تھی، اور جن لوگوں نے اُن کا انکار کیا، اُنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا نشانہ بننا پڑا۔ مرنے کے بعد اللہ انسانوں کو دوبارہ زندہ کر کے اُن کی نیکیوں اور برائیوں کا حساب لیں گے، اور ہر انسان کو اپنے عقیدے اور عمل کے اعتبار سے جزا وسزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس عقیدے کو کائنات میں پھیلی ہوئی قدرتِ خداوندی کی نشانیوں کی طرف متوجہ کر کے ثابت کیا گیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ○ الَّذِیۡنَ هُمۡ فِیۡ صَلَاتِهِمۡ خٰشِعُوۡنَ ○ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ ○ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِلزَّکٰوةِ فٰعِلُوۡنَ ○ ۔(سورۃ المؤمنون: ۱ تا ۴)

ترجمہ: اُن ایمان والوں نے یقیناً فلاح پالی ہے، جو اپنی نماز میں دِل سے جھکنے والے ہیں، اور جو لغو چیزوں سے منہ موڑے ہوئے ہیں، اور جو زکوٰۃ پر عمل کرنے والے ہیں۔

(۱) یہ ’’خشوع‘‘ کا ترجمہ ہے۔ عربی میں ’’خضوع‘‘ کے معنی ہیں ظاہری اعضاء کو جھکانا اور ’’خشوع‘‘ کے معنی ہیں دِل کو عاجزی کے ساتھ نماز کی طرف متوجہ رکھنا۔ اس کا آسان طریقہ ہے کہ انسان نماز میں جو کچھ زبان سے پڑھ رہا ہو، اُس کی طرف دھیان رکھے، اور اگر غیر اِختیاری طور پر کوئی خیال آجائے تو وہ معاف ہے، لیکن جوں ہی یاد آئے، دوبارہ نماز کے الفاظ کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے۔

(۲) ’’لغو‘‘ کا مطلب ہے بے کار مشغلہ جس میں نہ دنیا کا کوئی فائدہ ہو، نہ آخرت کا۔

(۳) ’’زکوٰۃ‘‘ کے لفظی معنی ہیں کسی چیز کو پاک صاف کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمان پر جو فریضہ عائد کیا ہے کہ وہ اپنے مال میں سے کچھ حصہ غریبوں کیلئے نکالیں، اُسے زکوٰۃ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اُس سے اُن کا باقی مال بھی پاک صاف ہو جاتا ہے، اور ان کے دلوں کو بھی پاکی حاصل ہوتی ہے۔ یہاں زکوٰۃ سے مراد وہ مالی فریضہ بھی ہو سکتا ہے، اور اس کے دوسرے معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں، یعنی اپنے آپ کو بُرے اعمال اور اخلاق سے پاک صاف کرنا۔ اس کو ’’تزکیہ‘‘ بھی کہتے ہیں۔ قرآن کریم نے یہاں زکوٰۃ کے ساتھ ’’ادا کرنے‘‘ کے بجائے زکوٰۃ پر ’’عمل کرنے والے‘‘ کا جو لفظ استعمال فرمایا ہے، اُس کی وجہ سے بہت سے مفسرین نے یہاں دوسرے معنی کو ترجیح دی ہے۔

وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَ ○ اِلَّا عَلٰۤی اَزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُهُمۡ فَاِنَّهُمۡ غَیۡرُ مَلُوۡمِیۡنَ ○ فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ

الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (سورۃ المؤمنون: ۵ تا ۱۱)

ترجمہ: اور جو اپنی شرمگاہوں کی (اور سب سے) حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں اور اُن کنیزوں کے جو اُن کی ملکیت میں آچکی ہوں، کیونکہ ایسے لوگ قابل ملامت نہیں ہیں، ہاں جو اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہیں تو ایسے لوگ حد سے گذرے ہوئے ہیں، اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں، اور جو اپنی نمازوں کی پوری نگرانی رکھتے ہیں۔ یہ ہیں وہ وارث، جنہیں جنت الفردوس کی میراث ملے گی۔ یہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(۴) یعنی اس بات سے حفاظت کرتے ہیں کہ اپنی جنسی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے کوئی ناجائز طریقہ اختیار کیا جائے۔

(۵) اس سے مراد وہ کنیزیں ہیں جو شرعی احکام کے مطابق کسی کی ملکیت میں آئی ہوں، لیکن آج کل ایسی کنیزوں کا کوئی وجود نہیں رہا۔

(۶) یعنی بیوی اور شرعی کنیز کے سوا کسی اور طریقے سے اپنی جنسی خواہش پوری کرنے کی کوشش کرنا حرام ہے۔

(۷) نمازوں کی نگرانی میں یہ بات بھی داخل ہے کہ نماز کی پوری پابندی کی جائے، اور یہ بھی کہ اُن کو صحیح طریقے سے آداب اور شرائط کے ساتھ ادا کیا جائے۔

(۸) جنت کو مؤمنون کی میراث اس لئے کہا گیا ہے کہ ملکیت کے اسباب میں سے میراث ہی ایک ایسا طریقہ ہے جس میں ایک چیز خود بخود اس طرح انسان کی ملکیت میں آجاتی ہے کہ اُس ملکیت کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اشارہ اس طرف ہے کہ جنت کے مل جانے کے بعد اُس کے چھن جانے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوگا۔

شمع رسالت

حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرحمٰن ساجد مدظلہٗ

دنیا کی محبت ہر بُرائی کی جڑ ہے

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ۔ (کنز العمال: ۶۱۱۴، مشکوٰۃ: ۲۵۱۳)

دنیا سے محبت تو بلاشبہ انسانی فطرت میں داخل ہے اور یہ مذموم بھی نہیں، اس کی حکمت بیان ہو چکی، ہاں اس کے تقاضوں پر عمل کرنا البتہ مذموم ہے، یہ اس لئے کہ دنیا سے محبت کا تقاضا بالعموم دینی کاموں کے اہتمام سے دور کر دیتا ہے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، دنیا کی محبت ہر بُرائی کی جڑ ہے۔

اب رہا سوال یہ کہ حُبّ دنیا کو تمام بُرائی کی اصل کیوں کہا گیا، دیکھیے! ایک شخص نماز نہیں پڑھتا تو اس کو حُبّ دنیا سے کیا تعلق؟ ایک شخص کو دنیا سے بھی محبت ہو اور نماز بھی پڑھتا ہو، روزہ بھی رکھتا ہو، تو پھر حُبّ دنیا کو تمام خطاؤں کی اصل کہنے کا کیا مطلب؟

لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجائے گی، کہ جس کے دل میں دنیا کی محبت ہوگی، اس کے دل میں آخرت کا اہتمام نہ ہوگا، نہ وہ برائیوں سے بچے گا، جو لوگ جرائم میں ملوث ہوتے ہیں، ان کے پیش نظر آخرت نہیں ہوتی، اگر آخرت کا تصور ذہن میں ہوگا تو برائی کا صدور ہی نہ ہوگا۔

مثال کے طور پر جس شخص کو مال سے محبت ہوگی، اس کے نزدیک مال ہی سب سے اہم ہوگا، اس کے علاوہ چیزوں سے بھی اس کو محبت ہے، مگر وہ ساری محبتیں مال پر قربان ہیں، اس بات کو سمجھانے کیلئے مولانا روم نے مثنوی میں ایک حکایت لکھا۔

حکایت: ایک شخص سفر میں چلا جا رہا تھا، راستہ میں دیکھا کہ ایک کتا پڑا سسک رہا ہے، اور ایک آدمی اس کے پاس بیٹھا رو رہا ہے، مسافر نے اس شخص سے رونے کا سبب پوچھا اس نے کہا یہ کتا میرا بہت بڑا رفیق تھا، آج یہ مر رہا ہے، میں اس کے غم میں رو رہا ہوں، پوچھا: اس کو کیا بیماری ہے کہا صرف فاقہ، یہ سن کر مسافر کو اس کی اور کتے کی حالت پر رحم آیا، قریب ہی ایک بورا بھرا ہوا تھا، مسافر نے کہا، میاں اس میں کیا چیز ہے؟ اس نے کہا اس میں روٹیاں بھری رکھی ہیں۔ مسافر نے کہا، ظالم! کتے کے مرنے پر بیٹھا رو رہا ہے اور یہ نہیں ہوتا کہ اس بوری میں سے ایک روٹی نکال کر اس کو دیدے، کہنے لگا: جناب! مجھے اس قدر محبت نہیں ہے کہ اس کیلئے روٹیاں بھی خرچ کرنے لگوں، روٹیوں کے دام لگے ہیں، اور آنسو مفت کے ہیں۔

معلوم ہوا کہ دنیا سے محبت کے درجات مختلف ہیں، کتے سے بھی محبت ہے وہ اس کا رفیق بھی ہے، اس کو مرتے دیکھ کر سسک بھی رہا ہے، مگر روٹی کی محبت اس پر غالب ہے۔

اسی طرح ایمان کے درجات بھی جدا جدا ہیں۔ (۱) ایک درجہ تو صرف تصدیق ہے جب فکرِ آخرت اور ایمان اس درجہ میں ہو تو ایمان اور معاصی ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں، یہ نفس تصدیق جہنم کے عذاب دائمی سے بچنے کا سبب ہو سکتی ہے مگر پوری نجات کا سبب نہیں بن سکتی۔

دوسرا درجہ ایمان کا، وہ کامل تصدیق ہے، جس پر کامل اثر مرتب ہو، یہ درجہ ایمان کا معاصی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا، جس شخص کو یہ مرتبہ حاصل ہو، اس سے گناہِ کبیرہ سرزد نہیں ہو سکتا، کیونکہ ایمانِ کامل ہر ہر قدم پر اس کو نافرمانی سے باز رکھے گا۔

اسی طرح جب حُبّ دنیا کامل درجہ کی ہوگی تو دین سے بے فکری بھی اسی درجہ کی ہوگی۔ اگر دنیا سے محبت کم درجہ ہوگی، تو دین سے بے فکری بھی کم درجہ کی ہوگی۔ مگر ہوگی ضرور۔ تو معلوم ہوا کہ دنیا سے محبت ہی ہر بیماری اور ہر گناہ کی جڑ ہے، دنیا سے محبت تو طبعی امر ہے، مطلق دنیا کی زندگی پر راضی ہونا تو معصیت و مذموم نہیں، کیونکہ دنیا کی زندگی سے کون ایسا ہے کہ جو راضی نہیں؟ البتہ دنیا کی

زندگی پر مطمئن ہوجانا اور اسی میں جی لگا کر بیٹھ جانا یہ مذموم ہے، کیونکہ جب دنیا دل کی قرارگاہ بن جائے گی تو آخرت سے بے فکری ہوجائے گی اور جب آخرت سے بے فکری ہوگی، تو کسی بھی گناہ کے ارتکاب سے کوئی چیز مانع نہیں ہوگی۔

دنیا سے محبت آخرت سے وحشت: بادشاہ وقت سلیمان بن عبد الملک نے ابو حازم سے پوچھا: اے ابو حازم! یہ کیا بات ہے کہ ہم موت سے گھبراتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، وجہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی آخرت کو ویران اور دنیا کو آباد کرلیا ہے، اس لئے آبادی سے ویرانہ میں جانا پسند نہیں۔ سلیمان نے جب دریافت کیا کہ ہمارے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ابو حازم نے فرمایا، مجھے اس سوال سے معاف رکھئے تو بہتر ہے، سلیمان نے کہا نہیں آپ کوئی ضرور نصیحت کا کلمہ کہیں۔

ابو حازم نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! آپ کے آباء واجداد نے بزور شمشیر لوگوں پر تسلط کیا، اور زبردستی ان کی مرضی کے خلاف ان پر حکومت قائم کی، اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا، اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد وہ اس دنیا سے رخصت ہوگئے، کاش! آپ کو معلوم ہوتا کہ اب وہ مرنے کے بعد کیا کہتے ہیں، اور ان کو کیا کہا جاتا ہے۔

حاشیہ نشینوں میں سے ایک شخص نے، بادشاہ کے مزاج کے خلاف، ابو حازم کی اس صاف گوئی کو سن کر کہا کہ ابو حازم، تم نے یہ بہت بُری بات کہی۔

ابو حازم نے فرمایا، تم غلط کہتے ہو، بُری بات نہیں کہی، بلکہ وہ بات کہی، جس کا ہم کو حکم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے علماء سے اس کا عہد لیا ہے کہ حق بات لوگوں کو بتلائیں گے چھپائیں گے نہیں ’’وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۔ [پ:۴، آل عمران:۱۸۷]‘‘ یہی وہ بات ہے، جس کیلئے یہ طویل حکایت امام قرطبی نے آیت مذکورہ تفسیر میں درج کی ہے۔ (تفصیل کیلئے معارف القرآن، ج:۱، ص:۲۰۷ دیکھئے)

مگر افسوس! آج بالعموم علماء کی جماعت اپنی اس ذمہ داری اور عہد کو بھول گئی، تملّق اپنا

شعار بنالیا، مصلحت چادر اوڑھ لی، حق بات نہ کہنے کی جیسے قسم کھالی، حُبّ جاہ اور منصب کو قابل قدر سمجھ لیا، اسی کی وجہ سے علمی درسگاہوں مذہبی اداروں اور ملی تنظیموں کے درمیان جھگڑے اور ہنگامے شروع ہو گئے۔ واا سفاہ! دولت وشہرت اور نام ونمود کیلئے جھوٹ اور فریب کا سہارا لیا جانے لگا، نامِ نامی، اسم گرامی کے ساتھ یہ قلم خود بے شمار عہدے اخبار کی زینت بننے لگے، حتی کہ مکروہات و بدعات بھی عارضی شہرت کیلئے کی جانے لگیں اور یہ سب کچھ حُبّ جاہ اور حرص مال کے نتیجے میں ہونے لگا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، یوں تو دنیا کے بہت سے شعبے ہیں، مگر دو شعبے سب سے بڑے ہیں، مال اور جاہ۔ مال اور جاہ کو حاصل کرنے کیلئے اکثر لوگ معصیت سے نہیں بچتے، آخرت کو برباد کر لیتے ہیں، اور اگر یہ حضرت مولوی ہیں تو وہ معصیت کو طاعت اور دنیا کو دین بنانے کی کوشش کریں گے۔

افتخار اور ناموری کیلئے تو اپنے مال کا خرچ کرنا بھی حرام ہے، اور دوسروں کے مال سے نام کرنا تو اور اَشد ہے۔ چنانچہ یہ کاروبار آج خوب عروج پر ہے، شہرت کی بہاریں اسی کے دم سے قائم ہیں۔ کیونکہ یہ بھی ایک دنیا ہے، اور دنیا کی زندگی ہر شخص کو محبوب ہے۔ دنیا سے محبت، انسان کی فطرت ہے، اور اس میں خالق کائنات کی بڑی حکمت ہے، اس لئے کہ دنیا ہی آخرت کی کھیتی ہے، ’’الدنیا مزرعۃ الاخرۃ‘‘ یہ حدیث بہت مشہور ہے۔ لیکن ملا علی قاری نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے، اور علامہ سخاوی سے منقول ہے کہ میں اس پر مطلع نہیں ہوا، البتہ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس کا معنی صحیح ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرمان:

’’مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ حَرۡثَ الۡاٰخِرَةِ نَزِدۡ لَهٗ فِىۡ حَرۡثِهٖ‌ۚ وَمَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ حَرۡثَ الدُّنۡيَا نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا وَمَا لَهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنۡ نَّصِيۡبٍ۔ (پ:۲۵، شوریٰ، آیت ۲۰)‘‘ ماخوذ ہے۔

جو کوئی چاہتا ہو آخرت کی کھیتی، زیادہ کریں ہم اس کے واسطے اس کی کھیتی، اور جو کوئی چاہتا ہو دنیا کی کھیتی، اس کو دیویں ہم کچھ اس میں سے، اور اس کیلئے نہیں ہے آخرت میں کچھ حصہ۔

بزمِ درویش
عارف باللہ حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ

ملفوظاتِ رحیمی

ارشاد فرمایا: ہمارے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیشین گوئی ہے کہ جو بھی ہمارے اس سلسلۂ چشتیہ میں داخل ہوجائے گا اس کا خاتمہ بخیر ہوگا اور کبھی رزق کے معاملہ میں پریشانی لاحق نہ ہوگی۔

ارشاد فرمایا: تقریباً چالیس سال پہلے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ وانمباڑی تشریف لائے تھے تو اس وقت ایک صاحب نے حضرت کی تعریف میں چند اشعار لکھے اور پڑھ کر سنانا شروع کیا کوئی ایک دو شعر ہی پڑھے ہوں گے، حضرت نے باآواز بلند کہا کہ اشعار پڑھنا بند کیجئے کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ منہ پر تعریف کرنے والے کے منہ میں مٹی بھر دو تو کیا میں آپ کے منہ میں مٹی بھر دوں؟ بس یہ سننا تھا کہ شاعر صاحب تھر تھرانے لگے اور خاموش ہوگئے۔

ارشاد فرمایا کہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم مجھ کو ہزار روپئے بھی بطور ہدیہ دوگے تو مجھے کوئی خوشی نہ ہوگی میری خوشی تو اسی میں ہے کہ تم میری تعلیمات پر عمل کرو۔

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم ہونے کے باوجود ہر روز استغفار کیا کرتے تھے ہم پر تو لازم ہے کہ ہمیشہ استغفار کی کثرت کیا کریں اس سے گناہوں کا کفارہ بھی ہوجاتا ہے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق بھی ہوتی ہے کیونکہ استغفار کرنے سے شیطان کا غلبہ نہیں ہوا کرتا۔

ارشاد فرمایا کہ جمائی چوں کہ شیطان کی طرف سے ہوا کرتی ہے اس لئے جمائی کے وقت تعوذ پڑھنا چاہئے اور چھینک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اس لئے چھینک کے وقت الحمد للہ کہا جاتا ہے۔

درِّ نایاب

شیخ الحدیث حضرت مولانا شاہ محمد ذاکر رحیمی صاحب نوراللہ مرقدہ

معارفِ رحیمی

ہمہ وقت اللہ کی رحمت کا دھیان رہے

یہی حال دنیا کا بھی ہے کہ اگر بندہ یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے رزق وروزی کا، بیماری کا، تندرستی کا اور موت وحیات کا وہی مالک ہے اور میری ضرورتوں سے واقف اور سب کو پورا کرنے پر قادر ہے مہربان ہے سخی داتا ہے میں آخر کیوں بدظن اور مایوس ہو جاؤں تو اس امید اور نیک گمان پر اللہ پاک ضرور اسکے مددگار بنیں گے اور ہر کام اسکے لیے آسان ہوگا۔ جسکا تجربہ ہم رات دن کرر ہے ہیں، اسکے برخلاف جو کم عقل انسان اللہ سے بدظن ہوتا ہے وہ ہمیشہ اپنی قسمت کا رونا روتا ہے کہ میرا کام کبھی اچھا نہیں ہوا نہ میری دعا قبول ہوتی ہے جہاں بھی جاؤں ناکامی ہی ناکامی ہے میری قسمت ہی پھٹی ہوئی ہے وغیرہ تو ایسے انسانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ انکو انکے گمان ہی کے حوالے کر دیتے ہیں کہ تم ہی مجھ سے بھاگ رہے ہو تو پھر میں کیوں تمہارا ساتھ دوں یہ ساری خرابی بدگمانی ہی کی ہے حالانکہ عقل والے سوچ سکتے ہیں کہ یہ قسمت کے رونے والے اور تقدیر خداوندی کی شکایت کرنیوالے اگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے دور ہوتے اور انہیں محروم ہی رکھا جاتا تو آخر ماں کے پیٹ میں کس کی قدرت سے آئے دنیا میں انہیں کس نے لاکر پرورش کی اور آج تک کس کے بل بوتے پر زندہ چلتے پھرتے ہیں اور انکی یہ شکایت بھری زبان کس کی طاقت سے بولنے پر قادر ہے اور گھنٹوں بولتی ہے ان بدنصیبوں کیلئے کھانا پانی لباس رہنے سہنے کی جگہ اور سانس بننے کیلئے ہوا کون مہیا کر رہا ہے کتنے حیرت کی بات ہے کہ سب کچھ اسی مالک اور آقا کی نعمتوں سے ہو رہا ہے اور اسی کے خلاف یہ بدظنی اور بدگمانی ؟ آخر ایسے انسان کو اللہ تعالیٰ اسکے گمان جیسا ہی کر دے تو اسمیں کس کا قصور ہوگا۔

غرض یہ حقیقت کھل کر آ گئی کہ انسان کی دنیا اور آخرت اسی کے گمان اور عمل کے مطابق بنتی ہے بگڑتی ہے۔ معلم خلق عظیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پاک سے کس انداز میں سوال فرمایا ہے دیکھئے اسالك حسن ظن بك سبحان خالق النور اے نور اور روشنی کے پیدا کرنیوالے پاک پروردگار مجھے آپکے ساتھ حسن ظن عطاء فرمایئے ذرا الفاظ کے معنوی گہرائی میں جایئے کہ کسقدر نکتہ آفرینی معلوم ہوتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے روشنی دی ہے تو انسان دل کی آنکھوں سے اللہ کی عظمت وقدرت اور وسیع رحمتوں کو ملاحظہ کرے تو یقیناً وہ بدگمانی اور بدظنی کے اندھیریوں میں نہیں بھٹکے گا اور اللہ تعالیٰ سے ہر دم حسن ظن ہی رکھیگا اور اسکا بیڑا پار ہوجائیگا۔

شیطان کی بدظنی اور اس کا نقصان

اسی روشنی میں ملاءِ اعلیٰ کی سیر کیجیے کہ توبہ کی حقیقت بھی کھل جائیگی کہ تخلیق آدم علیہ السلام کے موقع پر جب سجدہ کا حکم دیا گیا تو ملائکہ کو خداوند قدوس سے حسن ظن تھا کہ اسمیں ہمارا خیر ہی خیر ہے اور فوراً سجدہ میں گر گئے اور شیطان مردود نے بدظنی کی اللہ مجھے ذلیل کر رہا ہے سجدہ کا انکار کر دیا۔ اسکی بدظنی نے اسکا ناس مارا۔ مردود قرار دیا گیا۔ جب دنیا آباد ہوی تو اولاد آدم میں سب سے پہلے قابیل نے اپنے باپ آدم علیہ السلام سے بدگمانی کی کہ مجھ پر ظلم ہو رہا ہے میری بہن حسین وجمیل ہے میں ہی اسکا حقدار ہوں مجھ سے میرا حق چھینا جا رہا ہے اس بدظنی کی لعنت نے اسکو قاتل بنا دیا۔ آگے پیغمبروں کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو ہر دور میں انبیاء علیہم السلام کی سچائی پر جس نے اعتماد کیا اسکو ایمان ونجات کی دولت ملی اور جن لوگوں کو انبیاء کے ساتھ بدگمانی ہوی وہ کافر ٹھرے اور انکا انجام دوزخ اور عذاب خداوندی تھا دیکھتے جایئے کہ آسمان سے زمین تک اور روز اول سے آج تک کہ بدظنی اور بدگمانی کیسی تباہیاں لا رہی ہے شیطان پر لعنت کی یہی وجہ تھی دنیا میں بار بار عذاب کی یہی وجہ تھی خاندانوں پر پھوٹ اور قتل وقتال کا سبب بھی یہی بدظنی ہوی۔

فغانِ کلیم

طبیب الامۃ مرجع العلماء حضرت شاہ حکیم محمد کلیم اللہ صاحب دامت برکاتہم

اثر انگیز نصائح

آج مفتیوں کی بہت بہتات ہوگئی ہے، پہلے مفتی بنتے تھے بہت مدتوں میں، بڑی رگڑائی ہوتی تھی تب جا کے مفتی بنتے تھے، اب تو دو سالہ نصاب قائم ہوگیا ہے، کیا کیا پڑھیں گے دو سال میں، مناسبت ہونا بھی مشکل ہوجاتی ہے۔ جو اہم شعبے ہیں سائنس کے کم سے کم چار سال ہوتے ہیں، ساڑھے چار سال انجینرنگ کے بھی ہیں۔ میڈیکل کے بھی ساڑھے چار سال، پانچ سال لیتے ہیں وہ اصل میں اور چھ مہینے اس پر ٹریننگ دیتے ہیں۔ ہر جگہ کا قاعدہ یہ ہے اور افتاء دو سال میں، کیا پڑھیں گے اور کیا مشق کریں گے؟ ہاں ترغیب دیدی گئی ہے، دیکھو تم اس نہج پر چلو گے معلومات معلوم ہوں گی۔ اسی کو کہا کثرت مطالعہ۔ جب مطالعہ کی کثرت کرو گے اور تقویٰ پہ عمل کرو گے تب اعلیٰ درجہ کے مفتی کہلاؤ گے، پھر وہ بڑے وزنی مفتی ہوتے ہیں کوئی ہلا نہیں سکتا انکو، دنیا ایک طرف، وہ ایک طرف، قول فیصل ہے اسکا۔

بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں شاہ غلام علی نور اللہ مرقدہٗ وہ یہ فرماتے ہیں کہ دیکھو سنت کو مضبوطی سے پکڑو، ایک سنت میں ذرا بھی خلل پیدا ہوجائیگا بدعت فوراً آجائیگی، آج امت بدعت میں مبتلا ہوگئی۔ دیکھو! یاد رکھو! ہم مسلمان ایمان والے ہیں، ایمان کا تقاضہ کہ گناہ نہیں کریں گے، جس مالک نے مجھ کو یہ چیز عطا فرمائی ہے، نعمتوں سے نوازا، علم سے نوازا، مال سے نوازا، عمل سے نوازا، اب ہم اسکی کس طرح بغاوت کریں، بغاوت کرو گے، کامیاب نہیں ہوں گے، امت جو ہے اصل میں باغی ہوگئی ہے، کھلم کھلا نافرمانی کر رہے ہیں، اور پھر ہم لوگوں میں کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں ہے اساتذہ پہ لازم ہیکہ وہ منکر پہ نکیر کرتے رہیں، یہ ان کے فرائض میں سے ہے، اگر نہیں کریں گے عنداللہ مجرم ہونگے، چونکہ آپ واقف ہیں۔ گورنمنٹ جب کوئی قانون لاگو کرتی ہے تو لکھ دیتی ہے کہ یہ چیز ممنوعات میں سے ہے، اس نے اپنا حق ادا کردیا اب جو اسکے بعد کہ کوئی مرض لاحق ہے تو وہ، وہ جانے، میں نے تو پہلے ہی اعلان کردیا۔

ایسے ہی علماء کرام پہلے منکر پہ نکیر کریں لیکن تحقیر بالکل نہ کریں ہاں نصیحت اور نکیر کیلئے عنوان اچھا ہونا چاہئے۔آج امت اس پر عمل نہیں کر رہی ہے ایک تو مسئلہ کے بارے میں کہ پہلے لوگ کوئی کھٹک ہوتو پوچھتے تھے جا کے کہ یہ مسئلہ کیسے ہے؟ انہیں ذوق وشوق پیدا ہوتا تھا خوش ہوتے تھے، آجکل تو طنز کرنے لگتے ہیں، ارے صاحب کیا ہے یہ۔۔۔؟ ہم نے بہت دیکھے ہیں مفتی، فلاں تو یوں کہتے ہیں وہ مسائل صحیح نہیں ہیں۔

مسائل علماء کرام سے پوچھنا چاہئے۔لیکن اس نیت سے کہ مجھے اس کا علم آجائے میں اس پہ عمل کرونگا۔ اکثر فتویٰ تو لے لیتے ہیں، یہاں سے لیا وہاں سے لیا اس میں انکا نفس شامل ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے میرے موافق فتویٰ دیدیں۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ فلاں سے لیا تھا انہوں نے تو موافق دیدیا۔ آپ نے مخالف کیسے کردیا؟ تم نے اعتماد کیا، جس کے چاہے موافقت ہو، دوبارہ پوچھنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ یہ سچا سائل نہیں ہے، مستفتی مخلص ہوگا تو ہی عمل کریگا ورنہ حیلے حوالے بناتا رہیگا یہی تو ہے نفس پرستی اور من مانی جس کی نیت دین پر عمل کی ہوگی وہ دربدر پوچھتا نہیں پھریگا۔ مفتی کو بھی توجہ رکھنا چاہئے کہ مقصدِ سوال کیا ہے؟ یہ اصول مسلم ہیکہ ہر سوال کا جواب ضروری نہیں ہے۔ یہ مرض آجکل عام ہو رہا ہے۔

افتاء میں تو بے حد اسقدر جھوٹ فریب کاٹ چھانٹ کر پیش کرتے ہیں فلاں کی عبارت تو یہ جب کھولا جاتا ہے تو بالکل الگ ثابت ہوتی ہے، کیوں؟ تزکیۂ نفس نہیں کیا اس نے ، جتنا بڑا علامہ ہوجائے اس نے تزکیۂ نفس نہیں کیا کامیاب نہیں ہوگا۔ حدیث میں موجود ہے، "شَاوِرُوا الْفُقَهَاءَ الْعَابِدِيْنَ"

ریاء ایک ایسا رذیلہ ہے جس کی وجہ سے اچھے اچھے اعمال بھی بیکار ہوجاتے ہیں باوجود کہ اعمال موجود ہیں۔ جہنم میں جارہے ہیں۔ عالم بھی ہیں، سخی بھی ہیں، شہید بھی ہیں، قاری بھی ہیں، جتنے بھی اوصاف موجود ہیں لوگ جہنم میں جارہے ہیں۔ وجود اعمال ہیں قبول اعمال نہیں۔ قبول اعمال ہی کا مدار ہے تزکیۂ نفس پر، یہ ملتی ہے خانقاہوں میں جا کے شیخ بتاتے رہتے ہیں کہ دیکھو! یہ چیز گناہ کی بات ہے یہ منکر ہے اس سے بچتے رہنا۔

ملفوظات حضرت حکیم الامت تھانویؒ

غیر معمولی شفقت کے سبب حضرت حاجی صاحبؒ کا فیض زیادہ ہوا:

ایک سلسلۂ گفتگو میں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو فیض زیادہ ہوا، وہ حضرت کی شفقت کی وجہ سے ہوا۔ آپ کی شفقت کی حالت اس کے مصداق تھی ؎

بندہ پیر خراباتم، لطفش دائم ست　　　زانکہ لطف شیخ وزاہد گاہ ہست وگاہ نیست

حضرت کی ذات کچھ عجیب وغریب تھی۔ وہ بات کسی میں بھی نہ دیکھی جو حضرت میں تھی۔ مایوسی اور پریشانی تو وہاں تھی ہی نہیں۔ ہر پریشان کی وہاں تسلی ہی تسلی تھی۔ اور ہر برے سے بُرے شخص کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے، جس کی وجہ غایتِ تواضع تھی۔ مشکل سے کسی کے ساتھ حضرت کو بدظنی ہوتی تھی۔ حتی الامکان سب کے افعال میں اقوال میں توجیہ اور تاویلات ہی فرمادیا کرتے تھے۔

ہر وقت کہتا ہوں کہ اے نفس! دیکھ سنبھال کر کام کرنا:

میں کسی پر عین مواخذہ کرنے کے وقت ڈرتا ہوں کہ اے نفس! دیکھ سنبھال کر کام کرنا۔ کبھی یہ مواخذہ تیرے مواخذہ کا سبب نہ بنے۔ واللہ اس وقت ایک حالت ہوتی ہے خوف کی۔ مگر آنے والوں کی مصلحت سے ایسا کرتا ہوں۔ اور کیا اپنی کسی چیز پر انسان ناز کرسکتا ہے؟ وہاں تو یہ شان ہے کہ ہمارا تقویٰ بھی قابل پیش کرنے کے نہیں۔ اور غیر تقویٰ کسی طرح قابل پیش کرنے کے ہو ہی نہیں سکتا۔ خود تقویٰ بھی پیش کرنے کے قابل نہیں۔ اگر تقویٰ ہی کے متعلق یہ سوال ہوا کہ یہ سڑیل چیز کیوں پیش کی تو کیا جواب ہوگا؟

بزرگوں کی بے نفسی:

اپنے بزرگوں کو دیکھا کیسی کیسی ہستیاں تھیں! اس قدر بے نفسی! اللہ اکبر!! اپنے کو بالکل

مٹائے ہوئے اور فنا کئے ہوئے تھے۔ کسی فعل اور کسی قول سے یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ کچھ ہیں یا کچھ جانتے ہیں۔ ان حضرات کو اب آنکھیں ڈھونڈتی ہیں۔ وہ حضرات سب کچھ تھے اور اپنے کو کچھ نہ سمجھتے تھے۔ اور آج کل یہ حالت ہے کہ کچھ نہیں اور اپنے کو سب کچھ سمجھے ہوئے ہیں۔ اور اس کے متمنی ہیں کہ دوسرے بھی ہم کو کچھ سمجھیں۔ ہم نے تو یہ دیکھا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں اور مریدوں کے سامنے فرمایا کرتے تھے کہ؛ بھائی میں ادھورا ہوں۔ اور میں نے ان دونوں سے کئی مرتبہ کہا کہ بھائی مجھ کو بھی کچھ بتادو۔ مگر دونوں نے بخل سے کام لیا۔ مراد دونوں سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور فرماتے کہ اگر میں ایسا ہوتا جیسے کہ یہ دونوں، تو بالدیوں (یعنی مویشی چرانے والوں) کو ایسا بنا دیتا جیسے یہ دونوں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے میں ادھورا ہی مرجاؤں گا۔ اپنے تلامذہ اور مریدوں کے سامنے یہ بات! اس بےنفسی کو ملاحظہ کیجیے۔ اس کے بعد اتفاق سے مکہ معظّمہ کا سفر ہوا اور حضرت (حاجی صاحبؒ) کی خدمت میں پیاس بجھ گئی۔

دین کی معمولی سمجھ پیدا ہونے سے پہلے اصلاح بھی شروع نہیں ہوسکتی:

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے، پہلے بھی ان کے بہت لمبے چوڑے خطوط آئے، مگر کوڑ مغزی سے بھرے ہوتے تھے۔ میں نے ان کو لکھا تھا کہ تم کو سمجھ نہیں۔ تم میرے سو وعظ دیکھو۔ اس سے اُمید ہے کہ دین کی سمجھ پیدا ہوجاوے گی۔ آج خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں نے بموجب ہدایت حضرت والا کے سو وعظ کا مطالعہ کیا۔ الحمدللہ حضرت کی دُعا اور توجہ کی برکت ہے، مجھے اپنے امراض معلوم ہوگئے ہیں، سراپا امراض ہوں۔ اور اب کے کوئی بےڈھنگی بات نہیں لکھی۔ اب اصلاح شروع ہوجاوے گی۔ میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ کیا کیا امراض معلوم ہوئے، یہ لکھو۔ میں نے اس لئے لکھا کہ اس طریق میں دو غلطی ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ کوئی مریض ہو، مگر اپنے کو مریض نہ سمجھے۔ دوسری غلطی یہ ہوتی ہے کہ غیر امراض کو امراض سمجھ بیٹھے۔ سو غلطیاں لکھنے سے معلوم ہوجائے گا کہ جن کو امراض سمجھا، آیا حقیقت میں بھی وہ امراض ہیں یا نہیں، دیکھئے کیا لکھتے ہیں۔

مولانا مفتی عبداللہ خالد مظاہری

صدق اخلاق کا اہم شعبہ

صدق یعنی سچائی بھی اخلاق کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔

صدق، جسے عام طور پر ہم لوگ سچائی کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، اور اس کا مفہوم سچ بولنا لیا جاتا ہے، لیکن اس کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ انسان ظاہری طور پر، باطنی طور پر، سب کے سامنے، اور تنہائی میں، غرضیکہ ہر وقت اس طرح رہے کہ اُس کا عمل اور اس کے اقوال، اس کا ظاہر اور اس کا باطن ایک دوسرے کی تکذیب نہ کرتے ہوں، یعنی صدق کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

صدق وسچائی اللہ تعالیٰ، انبیائے کرام علیہم السلام، بالخصوص خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ملائکہ، اولیاء وصلحاء اور ہر منصف مزاج سلیم الفطرت شخص کا درجہ بدرجہ مشترکہ وصف ہے۔ اپنی اہمیت کے حوالے سے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ہر انسان خواہ وہ مؤمن ہو یا کافر، مسلم ہو یا غیر مسلم، نیک ہو یا بد، حاکم ہو یا رعایا، افسر ہو یا ملازم، قائد ہو یا کارکن، استاد ہو یا شاگرد، پیر ہو یا مرید، امیر ہو یا غریب، اپنا ہو یا پرایا، والدین ہوں یا اولاد الغرض زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے کیلئے انتہائی ضروری ہے۔

انسانی معاشرے کا امن وسکون، راحت وچین اور اس کی تعمیر وترقی کی بنیاد صدق پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اس کو اپنانے کی بہت تاکید آئی ہے قرآن کریم کی متعدد آیات میں صادقین کی تعریف اور فضیلت بیان کی گئی ہے سورۂ توبہ میں تو صادقین کی معیت میں رہنے کا حکم بھی دیا گیا ہے احادیث نبوی کے ذخیرے بھی اس سے بھرے ہوئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’صدق ایسا عمل ہے جو نیکی کی راہ پر چلاتا ہے اور نیکی والا راستہ سیدھا جنت جاتا ہے اور بے شک آدمی سچ بولتا رہتا ہے، بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ’’صدیق‘‘ بن جاتا ہے، اور جھوٹ ایسا عمل ہے جو برائی کی راہ پر چلاتا ہے اور برائی والا راستہ سیدھا جہنم جاتا ہے اور بے شک جب کوئی آدمی جھوٹ کی عادت ڈال لیتا ہے وہ جھوٹ بولتا رہتا ہے، بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ’’کذاب‘‘ لکھ دیا جاتا ہے‘‘۔ (صحیح مسلم)

ایک حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’جب کوئی بندہ لوگوں کو ہنسانے کیلئے جھوٹ بولتا ہے تو اس کی وجہ سے وہ جہنم کے ایسے گڑھے میں جا گرتا ہے جس کا فاصلہ زمین و آسمان کے فاصلے سے بھی زیادہ ہے‘‘۔

یاد رکھیں! جھوٹ والی بات کی وجہ سے لوگ تو ہنس پڑتے ہیں لیکن حدیث پاک کے مطابق اللہ کے ملائکہ اس جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے میلوں دور چلے جاتے ہیں۔ (جامع ترمذی)

بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس معاملے میں بہت اصلاح فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرماتے تھے، میری والدہ نے مجھے بلایا اور کہا کہ آؤ میں تمہیں ایک چیز دیتی ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری والدہ سے پوچھا کہ بچے کو کیا دینا چاہتی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ کھجور۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم اس کو بلاتی اور کچھ نہ دیتی تو تمہارے نامہ اعمال میں جھوٹ لکھ دیا جاتا۔ (سنن ابی داؤد)

ایک حدیث پاک میں ہے کہ جھوٹ بولنا رزق کو کم کر دینا ہے۔

مذکورہ بالا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں آپ خود اندازہ لگائیں کہ بھلا ہمارے دین اور ہماری شریعت میں جھوٹ بولنے کی کیا کچھ گنجائش بھی نکلتی ہے؟ جھوٹ کو ایک رسم کے طور پر منانا سوائے جہالت اور نادانی کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

ماہنامہ
المعارف
۲۱

مضامین

مولانا مفتی محمد راشد صاحب ڈسکوی

توہُّم پرستی کی حقیقت اور اَقسام

جس چیز کا حقیقت میں کوئی وجود نہ ہو، اس کا وجود؛ یا جس چیز میں خاص تاثیر نہ ہو، اس میں خاص تاثیر کا اعتقاد رکھنا توہّم پرستی کہلاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر ''توہّم پرستی'' کا مطلب خوف یا جہالت کی وجہ سے غیر عقلی عقائد پر یقین رکھنا ہے۔ جیسے: عوام الناس میں پتھروں اور ستاروں کے مؤثر ہونے کا اعتقاد مشہور ہے، اسی کو توہّم پرستی کہتے ہیں۔

توہّم پرستی کے نقصانات:

۞ توہّم پرستی حق کے قبول کرنے میں رُکاوٹ بن جاتی ہے، وہ اس طرح کہ حق و باطل میں فرق کرنے والی چیز قرآن وحدیث کی تعلیمات ہیں، جب کہ توہّم پرست آدمی مادی نفع کی چیزوں کو حق و باطل کے پرکھنے کا معیار بناتا ہے۔ لہٰذا جس چیز میں اُسے نفع نظر آتا ہے، وہ اس کے نزدیک حق اور درست، اور جس چیز میں اُسے نقصان محسوس ہوتا ہے، وہ اس کے نزدیک باطل اور غلط ہوتی ہے۔

۞ توہّم پرستی اور بدشگونی جیسے عقائد کے حامل افراد کچھ چیزوں، واقعات یا علامات کو اپنے لئے مبارک گرداننے لگ جاتے ہیں اور کچھ نقصان دہ یا منحوس۔

۞ توہّم پرست لوگ منفی خیالات کا شکار ہو کر اپنی خوشیاں اور سکون برباد کر لیتے ہیں اور بہت جلد مایوس ہو جاتے ہیں۔

توہّم پرستی کی وجوہات:

اگر اسلام میں توہّم پرستی یا بدشگونی کی قطعاً گنجائش نہیں؛ مگر اس کے باوجود مسلمانوں کی

کثیر تعداد اِس مرض کا شکار نظر آتی ہے۔مسلمانوں میں توہّم پرستی کی ایک وجہ تو کم علمی اور دینی احکام سے ناواقفیت ہے اور دوسری بڑی وجہ ایک لمبا زمانہ برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں اور ہندوؤں کا ایک ساتھ رہنا تھا، ہندوؤں میں توہّم پرستی حد درجہ عام ہے، مثلاً

- نومولود کو نظر بد سے بچانے کیلئے پیشانی پر کاجل (سرمہ) کا نشان لگانا۔
- شام کے وقت جھاڑو لگانے سے گریز کرنا کہ اس سے دولت کم ہو گی۔
- مرد کی دائیں اور عورت کی بائیں آنکھ پھڑکنے کو اچھی خبر کی آمد سے مشروط کرنا۔
- چارپائی پر بیٹھے ہوئے ٹانگیں لٹکی ہونے کی حالت میں ہلانے سے دولت کا ہاتھ سے نکل جانا۔
- پیاز یا چھر سرہانے رکھنے سے برے خوابوں سے نجات ملنا۔
- کالی بلی کا راستہ کاٹنا۔
- ٹوٹے ہوئے آئینے میں چہرہ دیکھنا۔
- دودھ کا اُبل کر برتن سے باہر گر جانا۔
- مغرب کے بعد گھر کی ساری بتیاں جلا دینا، ورنہ بدروحیں آ جانے کا ذہن رکھنا۔
- خالی قینچی چلانے سے قطع تعلقی ہو جانا۔
- کانچ کا ٹوٹنا۔
- بلی یا کتے کا رونا نحوست اور بے برکتی کا باعث سمجھا جاتا ہے۔
- منڈیر پر کوا بیٹھا تو مہمان آنے کا خیال رکھنا۔
- چھینک آئی تو کوئی یاد کر رہا ہے۔
- دائیں ہاتھ میں خارش ہے تو دولت آئے گی، بائیں میں ہے تو جائے گی۔
- جھاڑو سیدھا کھڑا کرنا یا عصر بعد جھاڑو دینے کی نحوست خیال کرنا۔ وغیرہ

ہندو معاشرے کے عام توہمات ہیں۔

موجودہ سائنسی دور میں بھی، جہاں ہر واقعہ اور نظریے کے دلائل اور حقائق تلاش کیے جاتے ہیں، دنیا کی مادی اعتبار سے ترقی یافتہ اقوام میں بھی توہم پرستی عام ہے۔ مثلاً:

- ''اسپین'' میں منگل کے دن مہینے کی ۱۳ تاریخ ہو تو اُسے قومی طور پر بدقسمتی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔
- ''چائنا'' میں ۸ کا ہندسہ مبارک اور ۴ کا ہندسہ منحوس خیال کیا جاتا ہے حتیٰ کہ کچھ لوگ عمارت کی چوتھی منزل تعمیر نہیں کرتے۔
- ''آئرلینڈ'' میں دلہنیں اپنے لباس یا زیورات میں چھوٹی گھنٹی ضرور استعمال کرتی ہیں جسے خوش قسمتی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔
- ''روس'' میں خالی بالٹی کہیں لے جانے کو بُرا شگون سمجھا جاتا ہے۔
- ''فن لینڈ'' کے لوگ یقین رکھتے ہیں کہ اگر مکڑی کو مارا جائے تو اگلے دن بارش ہوگی۔
- ''پرتگال'' کے لوگ سمجھتے ہیں کہ اُلٹا چلنے سے برائی ہمارا راستہ دیکھ لیتی ہے۔
- ''مصر'' میں خالی قینچی چلانے کو بُرا سمجھا جاتا ہے؛ کیونکہ اس سے ہوا میں موجود بدروحیں کٹ جاتی ہیں جس کے باعث ان کو غصہ آجاتا ہے۔
- ''سوئٹزرلینڈ'' اور ''نیدرلینڈ'' کے لوگ شادی کے بعد گھر کے باہر صنوبر کا درخت لگاتے ہیں کہ یہ ان کے ازدواجی تعلقات میں مضبوطی ڈالے گا۔
- ''برطانیہ'' میں چیونٹیوں کی آمد بُرے موسم اور اُن کا قطار میں چلنا بارش ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے۔
- ''مغرب'' میں سفید مرغی نظر آنا رحمت جب کہ سیاہ مرغی کو شیطان کی روح گمان کیا جاتا ہے۔

توہّم پرستی کے عام ہونے میں میڈیا کا کردار:

معاشرے میں جتنی زیادہ توہّم پرستی عام ہے اس میں بہت بڑا کردار ہمارے میڈیا یعنی: ذرائع ابلاغ کا ہے، ذرائع ابلاغ (یعنی: میڈیا) میں اخبار، کتاب، رسائل وجرائد اور ٹیلی فون، موبائل، ٹیلی وژن، اور انٹرنیٹ وغیرہ سب کچھ شامل ہیں، میڈیا کے نشر کردہ بہت سے پروگرامز، بچوں کیلیئے ڈراؤنے ڈرامے، فلمیں اور کارٹونز، اور اسی طرح ڈراؤنی جن بھوتوں کی کہانیاں وغیرہ توہمات کو سچ ہوتا دکھا کر لوگوں کے ذہنوں میں بے معنی خیالات، یعنی: توہمات کو پختہ کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ اخبارات، میگزین اور دیگر رسائل میں آپ کے ستارے کیا کہتے ہیں، یا آج کا دن کیسا گذرے گا، وغیرہ جیسی خرافات ایک تسلسل کے ساتھ دیکھنے کو ملتی ہیں، جسے تعلیم یافتہ طبقہ بھی بڑے تیقن اور دل چسپی پڑھتا ہے؛ جب کہ اسلام ہمیں ایسا کچھ پوچھنے کیلیئے نجومی کے پاس جانے کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ آپ کبھی کچھ وقت نکال کر سرچ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ ان آسٹرولوجیکل فن کی بنیاد یونانی عقائد ہیں جو سینکڑوں خیالی فلسفوں پر مبنی ہیں، جن کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔

توہّمات سے متعلق شرعی احکام:

دینِ اسلام میں توہمات کو سختی سے رد کیا گیا ہے، قبل از اِسلام بھی لوگ توہّم پرستی کا شکار ہوتے تھے۔

- عرب معاشرے کے لوگ بیٹی کی پیدائش کو منحوس سمجھتے تھے،
- گھروں میں دروازے کے بجائے پچھلی دیوار توڑ کر داخل ہونے کو باعثِ برکت سمجھتے تھے۔
- آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لختِ جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن سورج کو گرہن ہوا تھا، کچھ لوگوں نے وفات کی وجہ سورج گرہن کو سمجھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا خیال کرنے سے منع فرما دیا۔

غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ توہمات پر یقین رکھنا درحقیقت ''تقدیر پر یقین'' کا رد ہے۔ کوئی دن، پتھر، بشر، چرند پرند یا ستارے وغیرہ انسان کے نفع ونقصان کے خالق نہیں ہو سکتے سوائے اللہ کے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ۔ (النساء:۷۹)'' ترجمہ: تجھے جو بھلائی (یا فائدہ) پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور تجھے جو برائی (یا نقصان) پہنچے وہ تیرے نفس کی طرف سے (یعنی: تیرے ہی شامت اعمال کے سبب) ہے۔

✪ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ مِنْ حَاجَةٍ فَقَدْ اَشْرَكَ. قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا كَفَّارَةُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: اَنْ يَقُوْلَ اَحَدُهُمْ: اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُكَ وَلَا طَيْرَ اِلَّا طَيْرُكَ. وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔ (المسند لأحمد بن حنبل، الرقم: ۷۰۴۵)''

مفہومی ترجمہ: بدفالی لینا جس شخص کو اس کے کسی کام سے روک دے تو اُس نے شرک کیا، لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! (اگر کوئی ایسا کر بیٹھا ہے) تو اس کا کفارہ کیا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ شخص اس طرح دُعا کرے کہ اے اللہ! آپ کی طرف سے پہنچنے والا خیر ہی اصل خیر ہے، اور آپ کی طرف سے پہنچنے والی بُرائی ہی بُرا شگون ہے، اور اے اللہ! آپ کے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں ہے۔

''طیرہ'' بدشگونی اور بدفالی کو کہتے ہیں کہ انسان کسی چیز کے بارے میں بدگمانی اختیار کرے اور اس بدفالی کا تصور لے لے، زمانۂ جاہلیت میں اِس کا بڑا رواج تھا، لوگ معمولی باتوں سے بدشگونی لیا کرتے تھے، اگر انھیں کہیں جانا ہوتا تو پرندہ کو اُڑاتے اگر وہ دائیں جانب کو اُڑتا ہوا جاتا تو اچھا سمجھتے اور اگر وہ بائیں رُخ پر اُڑتا تو اپنے سفر کرنے کو نامناسب تصور کر کے اُس سفر سے گریز کرتے، اسی تیروں سے فال نکالتے اور خیر وشر کے فیصلے کرتے۔ (جاری)

امثال وعبر

حضرت مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

جذبۂ خدمتِ خلق

''مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، جو اللہ کی مخلوق سے محبت کرتا ہے وہ اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے''۔ یہ ایک حدیث کا مفہوم ہے...... اللہ کی مخلوق سے محبت...... ان کی دلداری و خیر خواہی...... خالق کو راضی کرنے کیلئے مخلوق کی خدمت، عالمِ ربّانی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا یہ اتنا روشن پہلو ہے جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

حضرت حکیم الاسلام لکھتے ہیں:-

''مجھے یاد ہے کہ ۱۳۴۷ھ میں جب پہلے حج سے واپس ہوا تو دار العلوم کے طلبہ اسٹیشن پر لینے آئے اس میں اکابر بھی شامل تھے، جمعیۃ الطلبہ نے کچھ خوبصورت جھنڈیاں بنا کر ان سے استقبال کیا، چونکہ اب تک اپنے بڑوں کی خیر مقدموں اور بالخصوص عبادتِ حج سے واپسی کے وقت یہ رسمی صورت نظر سے نہیں گذری تھی اس لئے طلباء کی محبت کے باوجود یہ روش اس وقت کے ماحول میں دل پر شاق گذری اور بھاری محسوس ہوئی۔ دل میں آرہا تھا کہ ان رسمیات سے انھیں روکوں۔ میری اس کیفیت کو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے (جو اپنی بزرگانہ شفقت سے خود بھی اسٹیشن پر تشریف لائے تھے) اپنی فراستِ باطنی سے محسوس فرمالیا اور انھیں یہ خیال گذرا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ (احقر) اس ناگواری کا اظہار اس موقع پر کر جائے اور اس کا اثر طلباء اور ان کے حوصلوں پر بھی بُرا پڑے اور ساتھ ہی یہ بُرا اثر لوٹ کر خود اس (احقر) پر بھی پڑے۔ میں حضرت ممدوح کی اس بزرگانہ شفقت و خیر خواہی اور ساتھ ہی دانائی کی کیفیت کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ کس خوبی اور خوبصورتی سے حضرت نے مجھے اس ناگوار صورت سے بچالیا۔ طلباء سے تو یہ فرمایا کہ تم مسجد میں چلو ہم وہیں آتے ہیں وہ اُدھر گئے، اور اِدھر حضرت مفتی صاحب نے میرے پاس پہنچ کر اور میرے

کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ ”بھائی یہ محبت سے آئے ہیں، دو چار کلمات شکریہ کے ان کے سامنے کہہ دینا، ان کا دل بڑھ جائے گا“۔ اس وقت مجھے اپنی غلطی پر تنبیہ ہوئی۔ چنانچہ مسجد پہنچ کر حضرت ممدوح کی موجودگی میں باوجودیکہ بولنے کی ہمت نہ ہوتی تھی مگر میں نے تعمیلاً للارشاد طلبہ کے سامنے تشکر کے جملے کہے جس پر طلباء بھی خوش ہو گئے اور جس بُرے اثر کے پڑنے کا مجھ پر حضرت کو احتمال تھا میں بھی اس سے بچ گیا، اس بچاؤ اور سلجھاؤ پر جو حضرت ممدوح کو خوشی ہوئی جو محسوس ہو رہی تھی وہ بھی بیان سے باہر ہے۔ انھیں خوشی اس کی تھی کہ ان سب چھوٹوں کی بات بن گئی اور کسی کیلئے بھی ناگواری کی صورت پیش نہیں آئی۔

اللہ اکبر! اپنے چھوٹوں کی دلداری ان کے حقوق کی رعایت اور ان کی بات رکھنے کا خیال ان اکابر کا ایک طبعی حال تھا جس میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نمایاں اور ممتاز تھے۔

حضرت ممدوح کی مربیانہ شان صرف اپنے چھوٹوں اور متوسلین و مسترشدین ہی تک محدود نہ تھی بلکہ اپنے ہم عصروں اور پیر بھائیوں پر بھی اس کے اثرات نمایاں ہوتے تھے۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب کراچوی، حضرت مفتی اعظم کے پیر بھائی تھے جو حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور ان کے خلفاء مجازین میں سے تھے صاحب تصرف بزرگ تھے، دیوبند تشریف لائے اور حضرت مفتی اعظم کے پاس قیام کرتے تھے۔ ایک بار دیوبند تشریف لائے دارالعلوم کے قریب ایک دودھ والے کی دکان تھی جس سے آن ممدوح کا کچھ معاملہ ہوا، اس سلسلے میں دکان دار نے ایک دن بدمعاملگی کے ساتھ مولانا سے کچھ بدکلامی کی، اور ناموزوں کلمات کہے جس پر مولانا کو غصہ آ گیا۔ صاحب تصرف تھے اس کی دُکان پر تیز نگاہ ڈالی تو اس کی دکان کا سارا سامان اُلٹ پلٹ ہو گیا، کچھ برتن گر گرا گئے کچھ ٹوٹ گئے اور ساری دکان اُلٹ پلٹ ہو کر رہ گئی جس سے دکان دار تو ہیبت زدہ ہو کر دم بخود رہ ہو گیا۔ اور مولانا دکان کو دَرہم برہم کر کے قیام گاہ پر چلے آئے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو مولانا ابراہیم کا یہ طرز عمل سخت گراں گذرا، اور فرمایا کہ مولانا! آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟ میرے پاس کیا رکھا ہے ایک طالب علم ہوں پڑھنے

پڑھانے کا شغل ہے اور آپ ماشاء اللہ خود صاحبِ تصرف ہیں پھر آپ کو کہیں آنے جانے کی کیا ضرورت ہے اور ہم جیسوں کے پاس ٹھہرنے کی آخر حاجت ہی کیا ہے۔ آپ کے پاس سب کچھ موجود ہے؟ یہ باتیں ناگواری کے لہجے میں فرمائیں۔ گویا فہمائش کی اور بتلایا کہ اہل اللہ کو تصرف کی طاقت اس لئے نہیں دی جاتی کہ وہ مخلوق خدا سے انتقامی کارروائیاں عمل میں لائیں اور اپنے جذبات سے ان کی تخریب کرتے پھریں اور اپنے تصرفات کی طاقت دکھاتے پھریں۔ اس پر مولانا ممدوح نادم ہوئے، توبہ کی اور یہاں سے جا کر اس دکان دار سے معافی مانگی۔

علم وعمل کے ساتھ تواضع وکسر نفسی اپنے کو چھپانا اور مٹانا آپ کا خاص رنگ تھا جو چھوٹی چھوٹی جزئیات تک میں نمایاں ہوتا تھا۔ روزانہ کا معمول تھا کہ بعد نماز عصر محلہ کے آس پاس کے گھروں کے دروازوں پر جا کر پوچھتے کہ بازار سے کسی کو کچھ سودا منگانا ہو تو بتلادے۔ گھروں سے آواز آتی، مفتی جی مجھے چار پیسے کی مرچی لادو، کہیں سے آواز آتی کہ تیل چاہئے، کسی گھر سے کہا جاتا نمک درکار ہے۔

حضرت ممدوح سب کے پیسے لے لیتے اور بازار جا کر ایک ایک فرمائشی سودا خریدتے، کسی کا نمک، کسی کی مرچ، کسی کا دھنیا۔ اور یہ سب سامان رومال کے الگ الگ کونوں میں باندھ کر خود ہی لاتے۔ یہ کبھی گوارا نہ فرماتے کہ اس بوجھ کو کوئی بٹوائے۔ خود ہی یہ سامان اپنے کندھوں پر لادتے، بعض اوقات بوجھ سے دہرے ہو جاتے تھے مگر کسی حالت میں گوارا نہ تھا کہ اسے دوسرے کے حوالے فرما کر کچھ ہلکے ہو جائیں۔ پھر خود ہی گھر گھر جا کر یہ اشیاء فرمائش کنندوں کے سپرد فرماتے۔ بے نفسی اور خدمت خلق کے مدعی ہزاروں نظر آئیں گے لیکن علم اور وہ بھی جزئیاتی عمل جس میں شو اور نمود کا نشان نہ ہو۔ کوئی جواں مرد ہو تو دکھلائے۔ لیکن خود ان کے پاک نفس میں اس کا تصور بھی نہ تھا کہ میں کوئی خدمت کر رہا ہوں، یا کوئی بڑا عمل ہے جو میرے ہاتھوں انجام پا رہا ہے یا میں کسر نفسی کا کوئی عظیم کارنامہ انجام دے رہا ہوں۔

نورِ نبوت

مولانا مفتی اکرام الدین صاحب مدظلہ

پردہ پوشی کی سنت

پردہ پوشی سنت ہے۔ (مسلم:۲/۳۲۲)

پردہ پوشی کی فضیلت: جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے قیامت میں اس کی پردہ پوشی کی جائے گی۔ (ترغیب)

جو کسی مسلمان کے عیب کو دیکھے اور اُسے چھپادے تو اس کی وجہ سے اُسے جنت میں داخل فرمایا جائے گا۔ (ترغیب:۲/۲۳۸)

جس نے کسی مؤمن کی پردہ پوشی کی گویا اس نے زندہ در گور کو زندگی عطا کردی۔

(مکارم الخرائطی،ص:۴۷۵)

غصہ برداشت کرنا

غصہ برداشت کرنا اور پی جانا سنت ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان:۶/۳۱۳)

غصہ کے بدلے جنت: غصہ مت کیا کرو تمہارے لئے جنت ہے۔ (مجمع الزوائد:۸/۷۰)

پہلوان کون؟: پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔ (ابوداؤد،ص:۶۵۹)

غصہ آئے تو کیا کرے: غصہ آجائے تو وضو کرنا سنت ہے۔ (ابوداؤد،ص:۶۶۰)

جب غصہ آجائے تو یہ پڑھے أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ (بخاری:۹۰۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رونا

حضرت مطرف رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز ادا فرمارہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سینہ اقدس اور اندروں جسد میں رونے کی وجہ سے ایسا جوش اور اُبال محسوس ہوتا تھا جیسا کہ ہانڈی چولہے پر جوش مارتی ہے۔

(شمائل الترمذی: باب ماجاء فی بکاء رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث:۳۰۷)

مشعلِ راہ

مولانا مفتی محمد غلام الرحمٰن صاحب مدظلہ

وضو میں داڑھی دھونے کا حکم

سوال: وضو میں چہرہ دھوتے وقت داڑھی کے دھونے یا مسح کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: وضو کے دوران اعضائے مفسولہ (ہاتھ، پاؤں اور چہرے) میں سے کسی جگہ کا خشک رہ جانے سے وضو مکمل نہیں ہوتا۔ ان اعضاء میں چونکہ چہرہ بھی داخل ہے، لہٰذا داڑھی ہونے کی صورت میں بھی حتی الامکان چہرے تک پانی کا پہنچانا ضروری ہے، لیکن داڑھی گھنی اور لمبی ہونے کی صورت میں چہرے تک پانی پہنچانے میں حرج ہے اس لئے اس میں تفصیل یہ ہے کہ:

(۱)......داڑھی ہلکی ہو اور مسترسلہ (لٹکی ہوئی، لمبی) نہ ہو، تو اس کا دھونا بالاتفاق واجب ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۲)......جو داڑھی گھنی تو بہت ہو لیکن مسترسلہ نہ ہو، تو اس کے بارے میں خود احناف کے چھ اقوال ہیں، مفتیٰ بہ اور مختار قول کے مطابق اس کا دھونا بھی واجب ہے۔

(۳)......اور جو داڑھی مسترسلہ ہو، خواہ وہ گھنی ہو یا ہلکی اُس کا صرف وہ حصہ دھونا واجب ہے، جو چہرے کے چمڑے سے لگی ہوئی ہو، باقی کا دھونا سنت ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے ارشاد فرمائیں گے کہ: مزید کس چیز کو دل چاہتا ہے تمہارا، تاکہ تم کو عطا کردوں؟ اہلِ جنت کہیں گے: (اے اللہ!) کیا آپ نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کردیا؟ کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کردیا؟ کیا آپ نے ہمیں جہنم سے نجات نہیں دے دی؟ (سب کچھ تو مل گیا اب اور کیا مانگیں) فرمایا کہ: تو اللہ پردہ ہٹادیں گے (اب انہیں معلوم ہوگا کہ) اہلِ جنت کو جتنی بھی نعمتیں عطا کی گئیں ان میں سب سے زیادہ محبوب نعمت ان کے نزدیک اللہ رب العزت کا دیدار کرنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱/۱۰۰)

اورادووظائف

حضرت مولانا اسحاق صاحب ملتانی مدظلہ

سورۃ الرحمٰن، سورۃ الملک کے فضائل

ہر چیز کی کوئی نہ کوئی زینت ہوتی ہے۔قرآن پاک کی زینت سورۃ الرحمٰن ہے۔آنکھ کے درد، طحال کے مریض پر گیارہ مرتبہ پڑھ کر دم کرنے سے مریض اچھا ہوجاتا ہے۔اس کی تلاوت کرنے والوں کا چہرہ قیامت کے روز چودھویں کے چاند کی طرح منور ہوگا۔جس شخص کا سینہ تنگ ہو، قرأت پڑھتے یا وعظ کرتے یا مناظرہ کرتے وقت اس کا سانس پھول جاتا ہو وہ شخص اپنے اس روگ کو زائل کرنے کیلئے اس مبارک سورۃ کی پہلی دو آیتیں ایک ہزار مرتبہ روزانہ عشاء کی نماز کے بعد اکتالیس دن تک پڑھے ان شاءاللہ اس عرصہ میں یہ مرض جاتا رہے گا۔سورۃ الرحمٰن کے کل حروف 1636 ہیں۔قرآن کریم کے قانون کے مطابق ہر حرف پر دس نیکیوں کا وعدہ ہے۔لہٰذا

ایک دفعہ پڑھنے پر 16360=10X1636 سولہ ہزار تین سو ساٹھ نیکیاں

مہینہ بھر میں کل 490800=30X16360 چار لاکھ نوّے ہزار آٹھ سو نیکیاں

سال بھر میں کل 58,89,600=12X490800 اٹھاون لاکھ نواسی ہزار چھ سو نیکیاں

سورۃ الملک آشوب چشم پر تین روز تک تین بار روزانہ دم کرنے سے آرام ہوجائے۔

جو شخص اس سورت کو ہمیشہ پڑھے گا۔ان شاءاللہ تعالیٰ وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

نیکیوں کے انبار: سورۃ الملک کے کل حروف 1313 ہیں۔قرآن وحدیث کے قانون کے مطابق ہر حرف پر دس نیکیوں کا وعدہ ہے۔لہٰذا

ایک دفعہ پڑھنے پر 13130=10X1313 تیرہ ہزار ایک سو تیس نیکیاں

مہینہ بھر میں کل 393900=30X13130 تین لاکھ ترانوے ہزار نو سو نیکیاں

سال بھر میں کل 47,26,800=12X393900 سینتالیس لاکھ چھبیس ہزار آٹھ سو نیکیاں

ڈاکٹر ماجد دیوبندی صاحب

ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اشکوں سے دامن کو بھگونا اچھا لگتا ہے
یادِ نبیؐ میں ٹوٹ کے رونا اچھا لگتا ہے

سارے جہاں پر جن کی حکومت اُن کا یہ عالم
ہاتھ کا تکیہ خاک بچھونا اچھا لگتا ہے

راہبری کے فن آتے ہیں یوں تو ہمیں لیکن
اُن کی گلی میں جاکر کھونا اچھا لگتا ہے

عشقِ اویسی شوقِ بلالی جس کو میسّر ہو
بیج وفا کے اُس کو بونا اچھا لگتا ہے

عرشِ بریں سے فرشِ زمیں تک جس کی رسائی ہو
اُس کے عشق میں پاگل ہونا اچھا لگتا ہے

ننھے ہاتھ جدھر بھی اُٹھیں چاند اُدھر جھک جائے
دائی حلیمہ کو یہ کھلونا اچھا لگتا ہے

پیاری ہے سرکار کی رب کو اِک اِک ادا ماجدؔ
چلنا، پھرنا، جاگنا، سونا، اچھا لگتا ہے

AL-MAARIF

By: JAMIYA RAHEEMIYA KHAIRUL MADARIS

(Under Supervision of Raheemi Trust)
Beside: Masjid -e- Ashraf
Deeramathi 2nd Street, Pernambut - 635810.
Vlr Dist. Tamil Nadu (India)   P.O. Box No: 32
Cell: +91 9894306751, +91 9894641484.

FOR PRIVATE CIRCULATION ONLY

رحیمی ٹرسٹ کے اغراض ومقاصد

۱	مسلم محلوں میں حسبِ ضرورت چھوٹی چھوٹی مسجدوں کا انتظام کرنا۔
۲	مدارس دینیہ کے ذریعہ دینی تعلیم وتربیت مع عصری تعلیم کا انتظام کرنا۔
۳	پسماندہ نواحی علاقوں سے طلبہ کو لاکر ان کیلئے طعام اور وظائف کا اہتمام کرتے ہوئے بہترین دینی تعلیم وتربیت فراہم کرنا۔
۴	مسجدوں کے احاطہ میں اسکول کے طلبہ وطالبات کیلئے مفت قرآنی دینی تعلیم کا انتظام۔
۵	علماء حقانی کے مواعظ کے ذریعہ اصلاح معاشرہ کی فکر اور جدوجہد۔
٦	صحیح اسلامی عقائد اور مسائل کی بوقت ضرورت اشاعت۔
۷	غریب ونادار لڑکیوں کی شادی میں حسب استطاعت مالی امداد کرنا۔